اصلاح اور تربیت کے لئے اپنا نیک نمونہ پیش کرو

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اصلاح اور تربیت کے لئے اپنا نیک نمونہ پیش کرو

(تربیتی کلاس سے خطاب فرمودہ ۲۱ / اپریل ۱۹۵۱ء بمقام ربوہ)

تشہّد ،تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

''آج چودہ دن کے اجتماع کے بعد جو خدام باہر سے آئے تھے اُن کے فارغ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ میرے پاؤں میں جو درد ہے اور جمعہ پڑھانے کے بعد تکلیف زیادہ ہوگئی ہے اِس لئے کھڑے ہونے کی بجائے بیٹھے بیٹھے ہی چند باتیں بیان کرتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو چیز دل سے نکلتی ہے وہی دوسروں پر اثر کرتی ہے اور اسی چیز کا نام تبلیغ اور تعلیم و تربیت ہے۔ دُنیا میں ہزاروں کتابیں ہوتے ہوئے بھی انسان اپنے اصل مقام سے پھر جاتا ہے اور ایسی غلطیوں میں مُبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا۔ ورنہ صداقتیں ابتدائے عالَم سے ہی موجود ہیں۔

پچھلے خطبوں میں مَیں یہ مضمون بیان کرتا آیا ہوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی ایسی ترکیب اور ''گُر'' بتایئے جس سے محبتِ الٰہی پیدا ہو حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ دُنیا میں ہر شخص جانتا ہے کہ ماں باپ سے کیسے محبت کی جاتی ہے، اولاد اور بہن بھائیوں سے کیسے محبت کی جاتی ہے اور اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے لئے کونسی نئی چیز پیدا ہو گئی ہے جس کے لئے لوگ بھاگتے پھرتے ہیں۔ جن ذرائع سے ماں باپ کی محبت پیدا ہوتی ہے انہی ذرائع سے خدا تعالیٰ کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی محبت کے

لئے کونسا گُر تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض نوجوانوں کو مَیں نے دیکھا ہے کہ وہ ہاتھوں میں کاپیاں لئے پھرتے ہیں اور جب مجھ سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کاپی میں کوئی نصیحت لکھ دیں۔ بسا اوقات مَیں لکھ بھی دیتا ہوں لیکن مَیں سوچتا ہوں جب انہوں نے قرآن کریم سے فائدہ نہیں اُٹھایا، اُمتِ محمدیہ کے اولیاء اور صوفیاء سے فائدہ نہیں اُٹھایا، میری کتابوں سے فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اِسی طرح سلسلہ کے علماء کی کتابوں سے فائدہ نہیں اُٹھایا تو میری کوئی نصیحت اُنہیں کو کیا فائدہ دے گی؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس بعض لوگ آتے اور کہتے کہ آپ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ آپ فرمایا کرتے کہ تم نے پہلے معجزوں سے کیا فائدہ اُٹھایا کہ ایک اور معجزہ کے طالب ہو۔ بے شک کسی چیز کی وقتی طور ضرورت پیش آجاتی ہے لیکن وہ حقائق میں سے کوئی نئی چیز نہیں۔ کیا کوئی ایسا وقت آیا ہے کہ جب ظلم کو بُرا نہ سمجھا جاتا ہو؟ یا کوئی ایسا وقت آیا ہے کہ جب جھوٹ کو بُرا نہ سمجھا جاتا ہو؟ ہر وقت اور ہر زمانہ میں یہ حقائق موجود ہوتے ہیں لیکن جب لوگوں کی توجہ اِن سے کُلّیۃً پھر جاتی ہے تو کسی نئے مصلح اور ریفارمر کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرض جن صداقتوں اور حقائق کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے وہ دُنیا میں پہلے سے موجود ہیں۔ ہاں اُلجھنیں نئی ہوسکتی ہیں۔ مثلاً انسان شروع سے پیروں سے چلتا چلا آیا ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں۔ ہاں اس میں یہ اُلجھن پیدا ہوسکتی ہے کہ انسان رستہ بھُول جائے اور پوچھے کہ صحیح راستہ کون سا ہے۔ اب جہاں تک چلنے کا سوال ہے وہی پاؤں ہیں جن سے حضرت آدمؑ کے وقت سے لوگ چلتے آئے ہیں۔ جہاں تک دیکھنے کا سوال ہے وہی آنکھیں موجود ہیں جن سے لوگ حضرت آدمؑ کے وقت سے دیکھتے آئے ہیں۔ جہاں تک سوچنے کا سوال ہے وہی دماغ موجود ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے چلا آیا ہے۔ غرض جہاں تک حقائق کا سوال ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی صورت میں چلے آتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ انسان ارادہ کرے کہ اس نے ان پر عمل کرنا ہے۔ مثلاً سچ بولنا ہے اس کے متعلق یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کیوں سچ بولنا چاہیئے۔ ضرورت صرف اِس بات کی ہے کہ انسان یہ فیصلہ کرلے اس نے

سچ بولنا ہے۔ پھر اِس بات کی ضرورت نہیں کہ بتایا جائے کہ دوسروں پر ظلم نہ کرو۔ اِس بات پر غور وفکر کی ضروت نہیں کہ کہ امانت سے کام لینا چاہئے اس امر کی تحقیقات کی ضرورت نہیں کہ چوری نہیں کرنی چاہئے۔صرف ارادہ کی ضرورت ہے۔ پس جہاں تک ظلم نہ کرنے، دیانت سے کام لینے، سچ بولنے اور چوری نہ کرنے کا سوال ہے ان کا حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی فیصلہ ہو چُکا ہے۔ ان صداقتوں کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے مبعوث کرنے کی ضروت نہیں تھی کیونکہ یہ صداقتیں شروع سے ایک ہی چلی آتی ہیں صرف لوگوں کی تربیت کے لئے ان کی ضرورت پیش آئی ہے تا کہ لوگ اپنا نیک نمونہ پیش کریں اور ان کے نمونہ سے دُنیا میں ایک نئی حرکت، نیا جوش اور نیا عزم پیدا ہو جائے اور لوگ ان صداقتوں پر عمل کرنے لگ جائیں۔ مثلاً سچ کی تعلیم ہے یہ تعلیم حضرت داؤد، حضرت یحیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام دوسرے انبیاء نے دی ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت کے دوسرے بزرگوں نے بھی سچ کی تعلیم دی ہے اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ اس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اِن کی ضروت اس لئے پیش آئی کہ لوگوں کے سامنے پیش کریں کہ سچ بولا جا سکتا ہے تا اِس سے لوگوں کے اندر حرکت پیدا ہو اور وہ اِس تعلیم پر عمل کرنے لگ جائیں ورنہ سچ وہی تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں تھا کوئی نئی چیز نہیں تھی۔

پس اصل چیز یہی ہے کہ اپنے اندر ایک جوش اور عزم پیدا کیا جائے۔ وعظ و نصیحت جتنی زیادہ ہوتی ہے وہ انسان پر بوجھ ہوتی چلی جاتی ہے۔قرآن کریم کے ایک چھوٹی سی کتاب ہونے میں بھی ایک حکمت تھی کہ لوگ اسے بار بار پڑھیں اور عمل کریں۔ اسے بوجھ سمجھ کر اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹالیں۔ اگر یہ بڑی کتاب ہوتی تو لوگ اسے دیکھ کر گھبرا جاتے اور چاہتے کہ کسی طرح اس کا خلاصہ نکال لیا جائے کیونکہ بڑی کتابوں کو کوئی

نہیں پڑھتا اور جب کوئی پڑھے گا نہیں تو عمل کیسے کرے گا۔ میرے خطبوں کو ہی لے لو اگر انہیں اگر جمع کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو سکتی ہیں لیکن لوگ اِن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے سوائے اس کے کہ انہیں سُن لیا یا اخبار میں پڑھ لیا۔ یہ نہیں کہ بعد میں بھی اِنہیں پڑھ کر ان سے فائدہ اُٹھائیں۔ پس کسی چیز کی طوالت فائدہ نہیں دیتی بلکہ عزم فائدہ دیتا ہے۔ تم لوگوں نے یہاں آ کر تعلیم حاصل کی ہے اگر تم غور کرو کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے علاوہ جن اصولی باتوں کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے وہ گھر میں موجود ہیں۔ یہاں آ کر ان باتوں کو سیکھنے کا یہی فائدہ ہے کہ انسان دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتا ہے ان سے ملتا جُلتا ہے جس سے دل میں ایک نیا جوش اور نیا عزم پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [1] اسی طرح کہا جاتا ہے کہ:

صحبتِ صالح ترا صالح کنند
صحبتِ طالع ترا طالع کنند

انسان جب کسی دوسرے کی صُحبت میں بیٹھتا ہے تو اُس کے اندر نیکی کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ تم بھی ایک نیا جوش اور نیا عزم لے کر یہاں سے جاؤ اور واپس جا کر اسے دوسرے لوگوں میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ مَیں نے ہوائی بندوق خریدی اور ہم چند بچے اکٹھے ہو کر باہر شکار کو نکلے۔ بچوں کے لئے ہوائی بندوق رائفل سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔ ہوائی بندوق سے دو چار گز کے فاصلہ سے ہی شکار کیا جا سکتا ہے زیادہ فاصلہ سے شکار نہیں کیا جا سکتا۔ قادیان میں چونکہ اَور بندوقیں بھی تھیں اور لوگ بِالعموم شکار کے لئے باہر جاتے تھے اِس لئے جانور قریب پہنچنے سے پہلے اُڑ جاتا تھا اور دُور سے فائر کرنا مفید نہیں تھا اِس لئے ہم چاہتے تھے کہ کچھ فاختائیں چھاتی تان کر درخت پر بیٹھی رہیں اور ہم قریب پہنچ کر اُنہیں شکار کر لیں۔ چنانچہ ہم دیہات کی طرف نکل گئے اور ہمارے اِرد گرد بچے جمع ہو گئے ہر ایک بچہ یہ کہتا تھا کہ تم ہمارے گاؤں چلو وہاں ایک ایک درخت پر ساٹھ ساٹھ فاختائیں بیٹھتی ہیں۔ آخر کار ان میں سے ایک لڑکا راہنما بن کر جوش سے ہمارے آگے

چل پڑا اور کہا کہ یہ بندوق شکار مار بھی لیتی ہے؟ ہم نے کہا ہاں مار لیتی ہے۔ برات کی شکل میں ہم ان کے گاؤں جا نکلے۔ اس لڑکے کی ماں باہر نکلی سکھ مرد تو گوشت کو کھا لیتے ہیں لیکن سکھ عورتیں ہندوؤں کی طرح گوشت استعمال نہیں کرتیں اس نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم جیو ہتیا کرتے ہو اور مُسلوں کو ساتھ لے آئے ہو!! اس پر وہی لڑکا جو ہمیں اصرار کے ساتھ لایا تھا سب سے زیادہ اُس کی آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور وہ ناچنے لگا اور کہنے لگا تم کیوں جیو ہتیا کرتے ہو اور یہاں شکار مارنے کیوں آتے ہو؟ مَیں حیران تھا کہ کیا ہؤا یہ لڑکا ہمیں خود ساتھ لایا ہے اور یہاں آ کر اِس طرح آنکھیں نکالنے لگا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ دوسرے کو دیکھ کر ان میں جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ لڑکا شکار کو بُرا نہیں سمجھتا تھا اور جیو ہتیا کو نہیں جانتا تھا لیکن جب ماں نے کہا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم جیو ہتیا کرتے ہو تو یہ سُن کر جھٹ اس کے اندر جوش پیدا ہو گیا اور وہ ہمیں گھورنے لگا۔

پس یہی ہے کہ آپس میں ملنے جُلنے سے انسان کے اندر جوش اور عزم پیدا ہوتا ہے اور انسان اس سے فائدہ اُٹھاتا ہے پس آپ اپنی اپنی جگہوں پر واپس جا کر اپنا نیک نمونہ پیش کریں۔ لوگوں کے سامنے نئی رُوح اور نئی زندگی پیش کریں اور دو چار دس آدمیوں میں وہی جوش اور وہی عزم پیدا کر دیں جو آپ نے چند دن یہاں رہ کر اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ پھر وہ لوگ دوسروں کے پاس جائیں اور ان کے اندر جوش اور عزم پیدا کر دیں۔ جب لوگ دیکھیں گے کہ یہ لڑکا آوارہ تھا ربوہ میں چند دن تربیت حاصل کرنے کے بعد واپس آیا ہے تو اِس نے آوارگی چھوڑ دی ہے وہ دین کی خدمت کر رہا ہے اور خدمتِ خلق مشغول ہے تو پانچ سات آدمی ضرور اس کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

پس اگر تم نے ان چند دنوں سے فائدہ اُٹھایا اور یہ روح اپنے اندر پیدا کر لی تو اچھی بات ہے اور تم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ لیکن اگر تم نے صرف کاپیوں میں اَسباق کے نوٹ لئے ہیں تو یہ دن تم نے ضائع کئے اس سے زیادہ باتیں قرآن کریم، توریت، انجیل، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، میری کتب، حضرت خلیفہ اوّل کی کتب اور علمائے سلسلہ

کی کتب میں موجود تھیں اور یہ کام تم گھر بیٹھ کر کر سکتے تھے۔ صرف میری کتابوں میں بھی اتنا مصالحہ موجود ہے کہ اس کے سامنے یہ نوٹ تمہیں حقیر نظر آئیں گے۔ لیکن اگر تم نے ان چند دن کی صُحبت سے فائدہ اُٹھا لیا تو یہ چیز تمہارے کام آئے گی۔ خلوت میں اگر کتابیں پڑھی جائیں تو بعض اوقات مشوّش دماغ ان سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کر سکتا لیکن دوسروں کے ساتھ بیٹھ کر جو باتیں سُنی جائیں وہ مفید ہو جاتی ہیں۔

پس آج مَیں صرف اتنی نصیحت کرتا ہوں کہ تم عمل کی طرف توجہ دو۔ باہر سے جو رپورٹیں آتی ہیں ان میں بتانا چاہئے کہ خدام کی کیا حالت ہے لیکن جو عہدیدار یہ لکھتا ہے کہ کوئی شخص ہماری بات نہیں مانتا مَیں اُسے پاگل سمجھتا ہوں۔ ہر ایک شخص کے کان ہیں پھر وہ تمہاری بات کیوں نہیں سُنتا۔ گاندھی جی کھڑے ہوئے تو لوگ اُن کے گرد جمع ہو گئے اور یہ محض اِس لئے تھا کہ انہوں نے اپنا نمونہ دوسروں کے سامنے پیش کیا۔ تم بھی اپنا نمونہ پیش کرو لوگ تمہاری بات ماننے لگ جائیں گے۔ یہ کہنا کہ لوگ ہماری بات نہیں سنتے انسانیت اور ہمسایوں پر بدظنی ہوتی ہے اور اس شخص سے زیادہ ذلیل اور قوم کا دُشمن اور کوئی نہیں ہوتا جو یہ کہتا ہے کہ کوئی شخص میری بات نہیں مانتا۔ وہ یا تو اوّل درجہ کا متکبر ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے سوا اور کوئی کام نہیں کر سکتا اور یا وہ اپنے سوا کسی کو نیک نہیں سمجھتا۔ اگر کسی کو دس آدمیوں کی موجودگی میں اپنی تعریف کرانی مقصود ہو تو ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان دس آدمیوں سے افضل ثابت کرے اور اس کے لئے اسے کام کرنا پڑے گا کسی کی بڑائی اور زندگی کا یہی ثبوت ہوتا ہے کہ وہ باقیوں کو کمتر دکھا دے لیکن جو لوگ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور کام کرنا نہیں چاہتے وہ اپنے آپ کو اونچا کرنے کی بجائے باقیوں کو ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ بُرا طریق ہے اس سے بچنا چاہئے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ نوجوانوں کی سُستی اور غفلت سے مرکز کو مطلع نہ کیا جائے ایسا ضرور کریں لیکن ایسی بات لکھتے وقت یہ دیکھ لینا چاہئے کہ کہیں یہ بات اپنے آپ کو بڑھانے اور دوسروں کو ذلیل کرنے کے لئے تو نہیں۔ پس ماننے والے موجود ہیں، سُننے والے موجود ہیں بشرطیکہ کوئی منوانے والا اور سُنوانے والا ہو۔ ہٹلر کو دیکھ لو کہ وہ کس طرح اپنی قوم کو

ساتھ لے کر نکلا۔

انسان کے اندر روح ہونی چاہئے۔ اُسے پُر امید ہونا چاہئے اور اچھا نمونہ دکھانا چاہئے۔ لوگ خود بخود تمہاری بات مانیں گے، سُنیں گے اور اس پر عمل کریں گے۔ لوگ قربانی کرنے سے ڈرتے ہیں۔ تم قربانی کر کے ان کا ڈر اُتار دو مگر مرکز کو واقف کرنے کے لئے مفصّل اطلاع دو۔ مثلاً کسی جگہ دس خدام ہیں اور ان میں سے آٹھ خدام نماز نہیں پڑھتے تو تم کہو کہ صرف دو آدمی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے ہیں۔ اس سے مرکز خود نتیجہ نکال لے گا کہ باقی آٹھ خدام نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں نہیں آئے اور مرکز انہیں ہدایت دے گا لیکن تم خدا تعالیٰ اور بنی نوع انسان کے سامنے کسی دوسرے پر الزام نہیں لگاؤ گے۔

تم لکھو تو مرکز کو تحریر کرو کہ فلاں شخص چندہ نہیں دیتا یہ مت لکھو کہ کوئی چندہ نہیں دیتا یہ چیز تکبر اور بے ایمانی پر دلالت کرتی ہے۔ تم یہ لکھو کہ فلاں نے چندہ نہیں دیا میں اس کے پاس فلاں وقت گیا لیکن معلوم ہوتا ہے وہ مالی مشکلات میں ہے مَیں پھر کسی وقت جاؤں گا اور اُسے اِس طرف توجہ دلاؤں گا۔ پس تم امید کبھی ختم نہ کرو نہ ذہن سے نہ زبان سے اور نہ قلم سے۔ کیونکہ جس وقت تم امید ختم کرو گے اُس وقت واقعہ میں ان کے اندر اور اپنے اندر تم موت پیدا کر لو گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **مَنْ قَالَ هَلَكَ الْقَوْمُ فَهُوَ اَهْلَكَهُمْ** [۲] جو شخص کہتا ہے کہ لوگ مر گئے وہ قوم کا دُشمن ہے اور وہ ایسا کہہ کر اپنی قوم کی موت کا باعث بنتا ہے پس تم کبھی بھی ایسی بات زبان پر مت لاؤ۔ جب کوئی شخص ایسی بات زبان پر لاتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ مر گئے تو تم سمجھ لو کہ وہ غلطی پر ہے تم اسے اس بات سے روکو اور بجائے اس کے کہ تم اس کی تصدیق کرو کہ میرا بھی یہی تجربہ ہے تم یہ کہو کہ بعض مشکلات ہوتی ہیں اور کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں ہمارا یہ کام نہیں کہ ہم ناامید ہو جائیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم انہیں اُٹھائیں اور سمجھائیں اگر کوئی گونگا ہے تو اسے اشارے سے سکھائیں جاہل ہے تو اسے علم سکھائیں دوسرے پر فتویٰ نہیں لگانا چاہئے بلکہ خود کام کرنا چاہئے۔ جب کسی کو بُرا کہہ دیا جاتا ہے تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ چلو میں بُرا ہوں تو

بُرا ہی سہی ۔ پس تم میرا بیان کردہ طریق اختیار کرو اور یہ مت کہو کہ فلاں کام نہیں کرتا اور اس کی اصلاح سے مایوس مت ہو جاؤ۔ مَیں نتیجہ نکالنے سے منع کرتا ہوں واقعات بیان کرنے سے منع نہیں کرتا۔ واقعات بیان کرنا نہایت ضروری چیز ہے لیکن یہ مت کہو کہ لوگ ایسے ہو گئے ہیں۔ اگر ایک شخص نے جھوٹ بولا تو یہ مت کہو کہ سارے جھوٹ بولتے ہیں بلکہ یہ کہو کہ فلاں نے جھوٹ بولا ہے ۔ ہم سچ بولنے کی اہمیت کو جانتے ہیں اس لئے ہم اسے سمجھائیں گے کہ وہ جھوٹ نہ بولے۔ یا ایک شخص نے خیانت کی ہو تو یہ مت کہو کہ سب خائن ہو گئے بلکہ یہ کہو کہ ایک شخص نے خیانت کی ہے ہم سب مل کر اس کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ جب کوئی کہتا ہے کہ لوگ مر گئے ہیں یا لوگ خائن ہو گئے ہیں تو اس میں بہت حد تک جھوٹ ہوتا ہے اور پھر یہ بے اصولے پن کی بھی علامت ہوتی ہے کہ یا تو انسان ایک ہی جھاڑو سے سب کو گندے گڑھے میں ڈال دیتا ہے اور یا پھر سب کو عرش پر پہنچا دیتا ہے۔ اگر وہ کوئی تقریر کرے اور لوگ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہہ دیں تو وہ خوشی سے باہر نکلتا ہے اور کہتا ہے کہ سب لوگ اچھے ہیں لیکن اگر کوئی اُس پر اعتراض کر دے تو کہہ دیتا ہے کہ سب لوگ خراب ہیں ۔ پس جس خادم سے کوئی غلطی سرزد ہو تم اُس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرو اور مرکز کو اطلاع دو لیکن یہ نہ کرو کہ لکھ دو کہ سب خراب ہیں وہ ہماری بات نہیں سُنتے ۔ یہ لغو طریق ہے اسے اختیار نہیں کرنا چاہئے ۔

پُرانے لوگوں نے لطیفے کے طور پر بیان کیا ہے کہ ایک نائی تھا وہ عموماً درباریوں کی حجامت بنایا کرتا تھا۔ کسی درباری نے خوش ہو کر اُسے پانچ سَو اشرفیاں دے دیں ۔ جب اسے اِس قدر نقدی ملی تو بجائے اس کے کہ وہ اُسے کہیں سنبھال کر رکھے وہ اسے اپنے ساتھ اُٹھائے پھرتا تھا۔ وہ امراء کی حجامتیں بنانے جاتا تو تھیلی ساتھ اُٹھا لیتا آہستہ آہستہ یہ ایک مذاق بن گیا۔ کوئی پوچھتا کہ یہ کیا ہے؟ تو وہ کہتا یہ پانچ سَو اشرفیاں ہیں ۔ ایک دن ایک امیر نے اُس سے پوچھا بتاؤ شہر کا کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ کیا حال پوچھتے ہو جناب! دھن برستا ہے اور کوئی کمبخت ایسا نہیں ہو گا جس کے پاس پانچ سَو اشرفیاں بھی نہ ہوں ۔ چونکہ وہ عموماً امراء کے پاس جایا کرتا تھا اِس لئے وہ زیادہ احتیاط نہیں کرتا تھا۔

ایک دن مزاقاً بعض امراء نے مشورہ کیا کہ اِس کی تھیلی اُٹھا لو چنانچہ وہ تھیلی اُٹھالی گئی۔ دُوسرے دن جب وہ حجامت بنانے آیا تو اُس کا رنگ اُڑا ہوُا تھا وہ بول نہیں سکتا تھا۔ کسی شخص نے اُس سے دریافت کیا بتاؤ میاں! آج شہر کا کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ شہر کا کیا کہوں سارا شہر بُھوکا مر رہا ہے۔ اُس امیر نے اپنے نوکر سے کہا تھیلی اُٹھا لاؤ اور وہ تھیلی نائی کو دیکر کہنے لگا میاں! تم تھیلی لے لو لیکن شہر کو بُھوکا نہ مارو۔ یہ کتنی گندی ذہنیت ہے ایسا انسان یا تو سویپنگ (SWEEPING) ریمارکس دے دیتا ہے اور یا پھر سب کو عرش پر بٹھا دیتا ہے۔ میرے ساتھ ہر روز یہی ہوتا ہے کئی لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سارے لوگ ایسے ہیں مَیں کہتا ہوں کوئی مثال دو پھر وہ کہتے ہیں کہ سب تو ایسے نہیں۔ جب مَیں پھر دُہراتا ہوں کہ کوئی مثال دو تو یہ تعداد اور کم ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ ایک آدمی رہ جاتا ہے غرض یہ طریق غلط ہے۔

تم اپنی اصلاح کرو اور دوسروں کی بھی اصلاح کرو اور یہ نہ کہو کہ سب بُرے ہیں یا لوگ ہماری بات نہیں سُنتے یہ بگاڑنے کا طریق ہے اصلاح کرنے کا نہیں۔ اگر دس خدام ہیں اور وہ تمام کے تمام نماز میں شامل نہیں ہوتے تو ہوسکتا ہے کہ ان میں سے آٹھ کے پاس کوئی حقیقی معزوری ہو جس کی وجہ سے وہ مسجد میں نہیں آسکتے۔ پس تمہیں اس طریق کو توڑنا چاہئے اور مرکز میں سچی رپورٹیں بجھوانی چاہییں۔ تنظیم کے معنی ہی یہ ہیں کہ آپ لوگ مرکز سے وابستہ ہوں اگر آپ مرکز سے وابستہ نہیں تو کوئی تنظیم حقیقی تنظیم نہیں کہلا سکتی۔ (روزنامہ الفضل ۲۵؍جولائی ۱۹۶۲ء)

۱؎ التوبۃ:۱۱۹

۲؎ مسلم کتاب البر و الصلۃ باب النھی عَنْ قول ھلکَ الناس میں یہ الفاظ ہیں:
''اِذَا قَالَ الرَّجُلُ۔ ھَلَکَ النَّاسُ فَھُوَ اَھْلَکَھُمْ''